ڈاکٹر نثار احمد کی خدماتِ سیرت

*حافظ محمد سہیل شفیق

ABSTRACT

Renowned Scholar and Seerah Writer Dr. Nisar Ahmad (Former Professor and Chairman, Department of Islamic History, University of Karachi, Karachi) was born in 1941 in Etawah (UP-India). His fields of study, writing and research cover the following topics: Islamic History, Islamic Theology, Tafseer, Hadith, Jurisprudence, Islamic civilization and Pakistan studies.

Dr. Nisar Ahmad's scholarly articles published continuously to be one of the most important journals of Pakistan and India. His services for Seerah Writing covers over half a century.

However, Dr. Nisar Ahmad's services have been acknowledged nationally and internationally. But his services for Seerah Writing has not been reviewed yet. Therefore, the purpose of this article is to review the features and the services of Dr. Nisar Ahmad in Sirah Writing.

Keywords: Dr. Nisar Ahmed Sirah Writing, Islamic History, Indo-Pak.

تعارف:

برعظیم پاک و ہند کے معروف و ممتاز سیرت نگار، محقق اور مورخ ڈاکٹر نثار احمد (سابق پروفیسر و صدر شعبہ اسلامی تاریخ و رئیس کلیہ فنون و تجارت، جامعہ کراچی، کراچی) ۱۹۴۱ء میں اٹاوہ (یوپی۔انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۷۶ء میں شعبہء اسلامی تاریخ جامعہ کراچی سے ڈاکٹر محمد سلیم کی زیر نگرانی "عہدِ نبوی میں ریاست کا نشو و ارتقاء" کے موضوع پر پی ایچ۔ڈی۔ کیا۔ آپ کی معلّمانہ خدمات ۳۸ برسوں (۱۹۶۴ء۔۲۰۰۱ء) پر محیط ہیں۔ آپ کے میدان ہائے تعلیم و تدریس، تحریر، تحقیق، تصنیف و تالیف جن موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں ان میں اسلامی تاریخ (عہد جاہلیت، عہد نبوت رسالت، عہد خلافت راشدہ تا زوال بغداد)، اسلامیات / دینیات، تفسیر، حدیث، فقہ، کلام (متن و شرح، اصول، رجحانات، تاریخ)، اسلامی تہذیب و تمدن (تعریف، امتیازات، تاریخ، ادارات)، مستشرقین اور سیرت (مطالعات، رویہ، عہد بہ عہد ارتقاء، تاریخ، نمائندہ مصنفین مورخین)، نظم و نسقِ اسلامی (اصول، تاریخ، ادارتی ارتقاء و اقسام، تاریخی اقدام)، مطالعہ پاکستان (نظریہ، تصور، تعبیر، تاریخ) وغیرہ شامل ہیں

* ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی، کراچی

(دیکھیے ضمیمہ الف)۔

خاص سیرتِ طیبہ کے موضوع پر آپ کے علمی و تحقیقی مضامین و مقالات پاک و ہند کے اہم مجلات کی زینت بنتے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر نثار احمد نے سیرت طیبہ کے جن عناوین کو موضوعِ تحقیق بنایا ہے، ان پر مفصل مطالعہ پیش کیا ہے اور اب تک پائی جانے والی تشنگی کو دور کرنے کی ایک سعی کی ہے۔ آپ کی اہم تالیفات وتصنیفات میں "عہدِ نبوی ﷺ میں ریاست کا نشوو ارتقاء"، "نقشِ سیرت"، "خطبہ حجۃ الوداع" اور "دعوت نبوی ﷺ اور مخالفت قریش" شامل ہیں۔

ڈاکٹر نثار احمد کی خدماتِ سیرت کا اعتراف قومی سطح پر کیا جاتا رہاہے۔ نقوش صدارتی ایوارڈ برائے سیرت۔ ۱۹۸۳ء، قومی سیرت کانفرنس، صدارتی ایوارڈ: ۱۹۸۹ء، ۱۹۹۱ء، ۱۹۹۲ء، ۱۹۹۶ءاور وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان کے تحت مقابلہ کتب سیرت میں ۲۰۰۵ء میں آپ کی کتاب "خطبہ حجۃ الوداع" پر اور ۲۰۰۸ء میں "عہدِ نبوی میں ریاست کا نشوو ارتقاء" پر اول انعام سے نوازا گیا۔

ڈاکٹر نثار احمد کی سیرت نگاری سے وابستگی اور خدماتِ سیرت کا دائرہ نصف صدی پر محیط ہے۔ لیکن تاحال آپ کی سیرت نگاری کو موضوعِ بحث نہیں بنایا گیا ہے اور نہ ہی سیرت کے باب میں آپ کی خدمات پر کوئی مبسوط مقالہ لکھا جاسکا ہے۔ لہٰذا پیش نظر مقالے میں ڈاکٹر نثار احمد کی سیرت نگاری کے اسلوب، منہج، امتیازات اور خدماتِ سیرت کا جائزہ لینا مقصود ہے۔

تعلیمی پس منظر

برعظیم پاک وہند کے معروف وممتاز سیرت نگار، محقق اور مورخ پروفیسر (ر) ڈاکٹر نثار احمد ۱۹۴۱ء میں یوپی (بھارت) کے مشہور شہر و ضلع اٹاوہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اٹاوہ کے معروف تعلیمی ادارے "اسلامیہ ہائی اسکول"[(۱)] سے حاصل کی۔ جون ۱۹۴۸ء میں پاکستان آنے کے بعد پہلے ماڈل ہائی اسکول میں داخلہ لیا۔ پھر ۱۹۴۹ء میں گورنمنٹ سیکنڈری اسکول میں داخلہ لیا اور ۱۹۵۶ء میں میٹرک کا امتحان بھی گورنمنٹ اسکول کے توسط سے دیا۔

۱۹۶۱ء میں بی۔اے۔ (عربی اور معاشیات کے اختیاری مضامین کے ساتھ) اسلامیہ کالج کراچی سے اور ۱۹۶۱ء میں ایم۔اے۔ (اسلامی تاریخ) شعبہ اسلامی تاریخ جامعہ کراچی سے فرسٹ کلاس سیکنڈ پوزیشن میں کیا۔[(۲)] تعلیم کا سلسلہ اس کے بعد بھی جاری رہا۔ ۱۹۶۶ء میں ایم۔اے۔ (علومِ اسلامی) فرسٹ کلاس سیکنڈ پوزیشن کے ساتھ کیا۔

۱۹۷۶ء میں ''عہد نبوی ﷺ میں ریاست کا نشوو ارتقا'' کے موضوع پر ڈاکٹر محمد سلیم کی زیر نگرانی پی ایچ۔ڈی۔کیا اور ۱۹۷۸ء میں ایل۔ایل۔بی۔(فرسٹ کلاس) میں کیا۔[۳]

تدریسی خدمات

ڈاکٹر نثار احمد نے تدریس کا آغاز ماڈرن بک کالج کراچی سے کیا۔ دو سال (۱۹۶۰۔۱۹۶۱ء) بطور استاد اپنے فرائض انجام دیے۔ ۲/اکتوبر ۱۹۶۴ء کو بحیثیت اسسٹنٹ لیکچرار ملازمت کا آغاز شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی سے کیا۔ ۱۹۷۰ء میں لیکچرار، یکم مارچ ۱۹۷۲ء میں اسسٹنٹ پروفیسر، جون ۱۹۸۶ء میں ایسوسی ایٹ پروفیسر اور ۲۵ فروری ۱۹۸۹ء میں پروفیسر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ یکم جنوری ۱۹۹۱ء کو شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی کی صدارت کی ذمہ داری سنبھالی۔[۴] جامعہ کراچی میں ملازمت کے دوران مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے قائم کردہ ادارے معارفِ اسلامی میں پانچ سال تحقیقی و تصنیفی خدمات بھی انجام دیں۔[۵]

۲۰۰۱ء میں بحیثیت پروفیسر و صدر شعبہ اسلامی تاریخ و رئیس کلیہ فنون و تجارت، جامعہ کراچی، ملازمت سے سبک دوش ہوئے۔ ۲۰۰۵ء سے تاحال بطور ماہر بورڈ آف اسٹڈیز، شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

اساتذہ کرام

اسکول کی ابتدائی کلاسوں میں عربی کے استاد جناب حافظ سید رشید احمد ارشد (سابق صدر شعبہ عربی، جامعہ کراچی) تھے، اسلامیہ کالج میں مولانا جلیل الرحمٰن اعظمی (سابق استاد فرنگی محلی) اور جناب جواد المقلی سے استفادہ کیا۔ لیکن بقول ڈاکٹر نثار احمد اصل فتح باب ۱۹۵۸ء میں ماڈرن عربک کالج کراچی سے چند ماہ کا ڈائرکٹ میتھڈ سرٹیفکیٹ کورس (فرسٹ کلاس فرسٹ) کے بعد ہوا جس کے پرنسپل استاد علامہ حسن الاعظمی الازہری تھے اور عربی زبان کی استعداد کو استاد پروفیسر عطاء الرحمن شاہین (مصنف استاد العربی) نے اصل مہمیز دی۔[۶]

آپ کے اساتذہ میں ایک اہم نام ڈاکٹر امیر حسن صدیقی (شعبہ اسلامی تاریخ جامعہ کراچی کے بانی اور پہلے سربراہ) کا ہے۔[۷] جن کی تحریک پر آپ نے ''نقشِ سیرت'' کی تالیف و ترتیب کا فریضہ انجام دیا۔

اعزازات

ڈاکٹر نثار احمد کو ان کی خدماتِ سیرت پر متعدد اعزازات سے نوازا گیا ہے۔ جس میں سے چند درجِ ذیل ہیں:

۱۔ نقوش صدارتی ایوارڈ برائے سیرت۔ ۱۹۸۳ء

۲۔ قومی سیرت کانفرنس، صدارتی ایوارڈ:۱۹۸۹ء، ۱۹۹۱ء، ۱۹۹۲ء، ۱۹۹۶ء

۳۔ شیلڈ آف آنرز، جامعہ کراچی۔۱۹۸۹ء، ۱۹۹۱ء، ۱۹۹۲ء، ۱۹۹۶ء، ۲۰۰۱ء

۴۔ بیسٹ یونیورسٹی ٹیچر ایوارڈ (یونیورسٹی گرانٹس کمیشن حکومت پاکستان، اسلام آباد) ۲۰۰۱ء

۵۔ قومی سیرت کانفرنس، حکومت پاکستان (اول انعام، مقابلہ کتب سیرت) ۲۰۰۵ء

۶۔ قومی سیرت کانفرنس، حکومت پاکستان (اول انعام مقابلہ کتب سیرت) ۲۰۰۸ء

خدماتِ سیرت:

1۔عہدِ نبوی ﷺ میں ریاست کا نشوو ارتقاء

ڈاکٹر نثار احمد کا پی ایچ۔ڈی کا یہ مقالہ تاریخِ عالم میں ریاست کے اجتماعی ادارے کے آغاز اور عہد نبوی میں اسلامی ریاست کے نشوو ارتقا پر ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعے پر مشتمل گراں قدر دستاویز ہے۔ ۲۰۰۸ء میں ادارہ نشریات لاہور سے اس کی اشاعت ہوئی۔ یہ مقالہ پانچ ابواب پر محیط ہے: ا۔ بعثت نبوی کے وقت دنیا کا سیاسی نظام، ۲۔ تاسیس ریاست، ۳۔ توسیع ریاست، ۴۔ استحکامِ ریاست، ۵۔ انتظامِ ریاست۔

ڈاکٹر نثار احمد ریاست نبوی کو موضوع تحقیق کی حیثیت سے منتخب کرنے کی دو وجوہات بیان کرتے ہیں:

ا۔ ریاست نبوی کے بارے میں کوئی قابل ذکر مفصل اور وقیع کام سامنے نہیں آیا۔ جہاں تک مسلمان مورخین کا تعلق ہے انھوں نے یا تو اس پہلو پر کوئی توجہ ہی نہیں دی، یا پھر زیادہ سے زیادہ واجبی ذکر سے کام لیا ہے۔ رہے مغربی علماء اور مستشرقین تو اول تو اپنے خاص تہذیبی پس منظر، نیز اسلام، رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے بارے میں مخصوص زاویہ نظر کی بدولت اس موضوع پر ان کا مطالعہ بھی معروضی، فراخ دلانہ اور مکمل نہیں۔

۲۔ جدید مسلمان مورخین میں سے علامہ شبلی، سید سلیمان ندوی (سیرت النبی)، حامد الانصاری غازی (اسلام کا نظام حکومت)، اور ڈاکٹر حمید اللہ (عہد نبوی میں نظام حکمرانی اور رسول اللہ کی سیاسی زندگی) وغیرہ نے ریاست نبوی کے بعض پہلوؤں پر قلم اٹھایا۔ ان فضلاء میں بطور خاص ڈاکٹر حمید اللہ نے چند مسائل پر بلاشبہ محققانہ اور سیر حاصل بحث کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان تمام حضرات کی کاوشیں نہایت وقیع اور قابل قدر ہونے کے باوجود ریاست نبوی کے تمام پہلوؤں پر محیط نہیں۔ اس لیے یہ ضرورت سمجھی گئی کہ ریاست نبوی کی تاسیس، اس کے نشوو ارتقا اور دیگر پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی جائے اور اسلامی تاریخ کی روشنی میں امتیازات اور مقام و مرتبے کا تعین کیا جائے۔[۸]

''عہد نبوی میں ریاست کا نشوو ارتقا'' میں ان ہی ضروریات کو پورا کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی گئی ہے اور اس ضمن میں سب سے پہلے یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تاریخ کے جس دور میں ریاست کی تاسیس فرمائی، اس وقت سیاسی اعتبار سے دنیا کے مختلف حصوں میں کس قسم کے رجحانات پائے جاتے تھے اور خصوصاً عرب میں سیاسی ماحول کیا تھا۔ یہ بیان کیے بغیر ظاہر ہے ریاست نبوی کے آغاز کو صحیح طور پر نہیں سمجھا جاسکتا تھا۔ پھر یہ بتایا گیا ہے کہ ریاست نبوی کو دین کی کن بنیادوں پر استوار کیا گیا۔ معاشرہ کی تشکیل اور تنظیم کے مراحل کس طرح طے ہوئے اور پھر قیامِ ریاست کی منزل کیسے آئی۔ اس کے بعد ریاست کے توسیع و ارتقاء کا جائزہ لیتے ہوئے ان اقدامات پر بحث کی گئی ہے جن کے نتیجے میں اسے توسیع و استحکام حاصل ہوا۔ اور پھر آخر میں انتظامِ ریاست سے بحث کی گئی ہے۔ (۹)

اس سلسلے میں فاضل مصنف نے ایک جانب ان تمام کتابوں سے استفادہ کیا جو انھیں دستیاب ہو سکیں اور دوسری جانب یہ کوشش رہی کہ اس مطالعہ کو اسلامی تاریخ کے اہم اور قدیم ترین ماٰخذ کی روشنی میں پیش کیا جائے۔ ریاست کی قدر و قیمت متعین کرنے میں جدید مصنفین اور ان کی تصانیف کو بھی سامنے رکھا لیکن اپنی بحث کا تمام تر دارومدار قرآن اور احادیث نبوی پر رکھا ہے۔

ڈاکٹر نثار احمد نے اسلامی تاریخ کی روشنی میں تاسیس ریاست کے تین مراحل مقرر کیے ہیں یعنی پہلے فکری بنیادوں کی تعلیم، پھر معاشرے کی تشکیل و تنظیم اور اس کے بعد ریاست کی تاسیس۔ اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں کہ ''ان [مراحل] کے پیش نظر یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ عہد رسالت میں ریاست کی تاسیس اور معاشرے کا قیام چند بنیادی اصولوں کا مرہون منت ہے اس کو ہم اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ عقائد و نظریات پہلے وجود میں آئے اور ریاست بعد میں۔ یہ نکتہ اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ سیاسی افکار و اعمال کی تاریخ میں عموماً اور مغرب کے فلسفہ سیاسی میں خصوصاً یہ ترتیب نظر نہیں آتی۔ اس کی رو سے پہلے سوسائٹی اور ریاست کا قیام عمل میں آتا ہے اور پھر ان کے زیر اثر نظریات جنم لیتے ہیں۔ اس نقطہ نظر کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ احوال و ظروف کی تبدیلی اور معاشرے یا ریاست کی ہیئت میں ہر تغیر کے ساتھ سیاسی نظریات میں بھی انقلاب آتا رہا۔ اس کے برعکس ریاست نبوی کے سیاق وسباق میں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ یہاں معاشرہ اور ریاست دونوں کا ظہور تمام تر عقاید و نظریات کا مرہونِ منت ہے''۔ (۱۰)

''عہد نبوی میں ریاست کا نشوو ارتقا'' پر تبصرہ کرتے ہوئے معروف عالم اور محقق ڈاکٹر عبدالجبار شاکر (م: ۲۰۰۹ء) لکھتے ہیں:

بیسویں صدی میں اسلامی ریاست کی تشکیل کے موضوع پر متعدد حضرات نے قلم اٹھایا ہے۔ مگر پیش نظر کتاب "عہد نبوی میں ریاست کا نشو و ارتقا" ایک جداگانہ اور منفرد موضوع پر اپنی سی پہلی تحقیقی کاوش اور علمی دستاویز ہے۔(۱۱)

اس مقالے کی نوعیت اور اہمیت کے پیش نظر اس میں مختلف نقشہ جات، بہت محنت سے تیار کروائے گئے ہیں۔ اس اہم تحقیقی مقالے کا ایک جامع اشاریہ بھی فراہم کیا گیا ہے۔ مقالے کے آخر میں کتابیات کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ فاضل محقق نے اپنے موضوع سے انصاف کرنے کے لیے کس قدر ہمہ گیر اور معیاری مصادر و مراجع سے استفادہ کیا ہے۔

2۔ نقشِ سیرت

"نقشِ سیرت" کے عنوان سے سیرت کے مختلف موضوعات پر علمی، تحقیقی مضامین کا یہ مجموعہ، ڈاکٹر نثار احمد کا مولفہ و مرتبہ ہے۔ ۱۹۶۸ء میں ادارہ نقشِ تحریر (کراچی) سے شائع ہوا۔ ۸۳۲ صفحات پر محیط اس کتاب کے ترتیبِ نقوش کچھ اس طرح ہیں: نقشِ احساس (مقدمہ)، ابتدائیہ (حصہ اول)، عکسِ سیرت (حصہ دوم)، سحر سے پہلے (حصہ سوم)، طلوعِ صبح (حصہ چہارم)، الوداع اے وطن! (حصہ پنجم)، مدینہ طیبہ میں (حصہ ششم)، نقوشِ حیات (حصہ ہفتم)، تعلیماتِ نبوی (حصہ ہشتم)، نوائے رسول (حصہ نہم)۔

سیرت پر کچھ کام کرنے کی دیرینہ خواہش اور ایک ایسی کتاب کی ضرورت جو جدید علمی تقاضوں کی روشنی میں اسناد، حوالوں، حواشی اور نقشہ جات وغیرہ سے مزین اور علمی معیار رکھتی ہو، اس کتاب کی تالیف و ترتیب کا باعث ہوئی۔

اس کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تمام غزوات کو ایک ہی جگہ مکمل بیان کیا گیا ہے۔ جب کہ دیگر کتب میں عموماً تمام غزوات کا ذکر نہیں ملتا اور جو کچھ ذکر ملتا بھی ہے اس میں اختلافی روایات اور طول طویل مباحث نے التباس پیدا کر دیا ہے جس سے ہر قاری کے لیے واضح طور پر واقعات کا جاننا اور دشوار ہو جاتا ہے۔ غزوات کا یہ بیان سوا سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔(۱۲)

فاضل مرتب و مولف نے اس کتاب میں شامل اکثر حضرات کے مضامین کو نئے سرے سے لکھا یا نئی ترتیب قائم کی۔ وہ مضامین جن میں فاضل مرتب کے نزدیک بحث کے کچھ اہم گوشے بالکل چھوٹ گئے تھے ان کا اضافہ کیا۔ ایک موضوع کو متعدد حصوں میں تقسیم کیا تا کہ ایک عنوان پر گفتگو بڑی حد تک مکمل ہو جائے۔ جن مضامین میں حوالوں

اور حواشی کا اضافہ ناگزیر تھا ان کا اندراج کیا گیا۔البتہ کتاب کی انتہائی ضخامت کے سبب اشاریہ شامل اشاعت نہیں کیا جاسکا جو بجائے خود فل اسکیپ سائز کے تقریباً سوا سو صفحات پر مشتمل ہونے کے باعث ایک مستقل کتاب کا طالب تھا۔

فاضل مرتب نے ''نقشِ سیرت'' میں صرف آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے تذکرے ہی پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس بات کی کوشش بھی کی ہے کہ حضور ﷺ کی سیرت کے وہ نقوش اجاگر کیے جائیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت انسانی زندگی کے لیے کیا رہنمائی پیش کرتی ہے، نیز یہ بھی معلوم ہو کہ آپ ﷺ نے جس پس منظر میں پیغمبرانہ کام انجام دیے ہیں اور سیاسی، معاشی معاشرتی اور عسکری دائروں میں زندگی کی جو اصلاح کی ہے اس کی اصل قدر و قیمت کیا ہے اور یہ واضح ہو کہ آپ ﷺ کی تعلیمات کیا ہیں اور آپ ﷺ نے انسانیت کو کیا پیغام عطا کیا ہے۔(۱۳)

جہاں تک نقشِ سیرت کے مصادر و مراجع کا تعلق ہے، زیادہ تر تاریخی مصادر ہی کو استعمال کیا گیا ہے۔اس میں نہ تو محض عقیدت سے کام لیا گیا ہے اور نہ صرف واقعاتی یا بیانیہ انداز سے جائزہ لیا گیا ہے بلکہ علمی اسلوب بھی اختیار کیا گیا ہے۔اس میں تنقید و تحقیق بھی ہے اور تشریح و تطبیق بھی، اسناد اور حوالے بھی مذکور ہیں اور حواشی و اشارات بھی، متعدد نقشے بھی ہیں اور مفصل نکات بھی۔اس میں بہت سے موضوعات نئے بھی ہیں۔''نقشہ ارضِ سیرت'' ایک بالکل نئی چیز ہے۔بعض چھوٹے چھوٹے نقشے بھی پہلی بار بنائے گئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ فاضل مرتب نے اپنی علمی و تحقیقی صلاحیتوں کو پوری طرح ستعمال کرتے ہوئے سیرت کے موضوع پر ایک جامع اور عمدہ کتاب ترتیب و تالیف کی۔جس کی اہمیت و افادیت اور مقبولیت نصف صدی گزرنے کے بعد بھی قائم ہے۔

3۔خطبہ حجۃ الوداع

امام الانبیاء کا الوداعی خطاب اور نجات دہندہ انسانیت کا آخری جامع پیغام یعنی ''خطبہ حجۃ الوداع''، اپنی حقیقت و اصلیت میں انسانی تاریخ کے پہلے ''عالمی انسانی منشور'' کا اجراء تھا جو اسی وقت نافذ العمل ہو گیا اور دنیا کو فوز و فلاح اور حیات و نجات عطا کر گیا۔آج شہرت پانے والے منشورہائے انسانی اور اعلاناتِ آزادی، منشورِ نبوت کے صدیوں بعد وجود میں آئے۔انگلستان کا منشور اعظم میگنا کارٹا ۵۸۳ سال بعد جاری ہوا، فرانس میں حقوقِ باشندگان کا اعلان ۱۱۵۷ سال بعد ہوا، امریکا میں نوشتہ حقوق کا پرچم ۱۱۵۹ سال بعد بلند ہوا اور اقوامِ متحدہ کا عالمی منشور حقوقِ

انسانی ۱۳۱۶ سال بعد سند اعتبار سے سر فراز ہوا۔[۱۴] لیکن یہ امر بہ حد استعجاب افسوس ناک ہے کہ خطبہ حجۃ الوداع جو پورے واقعہ حجۃ الوداع کا جزو اعظم اور عمود حقیقی ہے وہ اکثر و بیشتر مولفین و محققین، کی نگاہوں میں قرار واقعی اہمیت اور بیان و تفصیل کا مستحق نہیں ٹھہرا۔ اس خطبہ عظیم کا متن نقل کرنے میں اور روایتاً اس کے حفظ و ضبط میں، وہ اہتمام نہیں برتا گیا جو اس واقعے کے دوسرے اجزا کے لیے روا رکھا گیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ ابتدائی مآخذ میں جو روایتیں منقول و محفوظ ہیں ان میں بھی جزوی اختلافات کے سبب تفہم و تدبر کا کام آسان نہ رہا۔[۱۵] خطبہ کی تدوین و ترتیب میں منتخب متون کے مصادر کا حوالہ بالالتزام نہیں دیا گیا۔ نیز خطبہ حجۃ الوداع کا دوسرے خطباتِ نبوی سے فرق و امتیاز اکثر و بیشتر موضوع نہیں بنایا گیا۔[۱۶]

ڈاکٹر نثار احمد رقم طراز ہیں کہ بحیثیت مجموعی خطبہ حجۃ الوداع کے خصوصی حوالہ سے نگارشات سیرت میں تین رجحانات واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں:

۱۔ اولاً ایسی نگارشات جن میں واقعہ حجۃ الوداع کو مع خطبہ واحوال و واقعات، سرسری، رسمی، روایتی انداز سے بیان کر دیا گیا ہے۔

۲۔ ثانیاً ایسی نگارشات جن میں خطبہ حجۃ الوداع کا تجزیہ، اس کی اہمیت وافادیت سے بحث اور تقابلی جائزہ وغیرہ پیش کیا گیا ہے۔

۳۔ ثالثاً عام کتب سیرت کے علاوہ خطبہ حجۃ الوداع کے متن کی ترتیب و تدوین اور اس کے مندرجات و مضامین پر مشتمل الگ مستقل کتاب یا کتابچے کی شکل میں جو کوششیں بہ زبان اردو منظر عام پر آئیں۔[۱۷]

ڈاکٹر نثار احمد کی کتاب "خطبہ حجۃ الوداع" محسن انسانیت ﷺ کے اسی خطبہ حجۃ الوداع کے مکمل متن، ترجمہ، توضیحات اور دوسرے متعلقات (مآخذ، موقع و محل، نوعیت، منظر و پس منظر، اثرات وغیرہ) کے مفصل مطالعے پر مشتمل ہے۔[۱۸]

ڈاکٹر صاحب کی اس کتاب کا امتیاز یہ ہے کہ گزشتہ چودہ سو برس کی تاریخ میں پہلی مرتبہ یہ کوشش کی گئی ہے کہ خطبہ جلیلہ کو عالمی انسانی منشور کی حیثیت سے (باقاعدہ دفعات کے تعین اور دیباچہ و اختتامیہ کے ساتھ) مجموعی طور پر کتب احادیث آثار و سنن، رجال و سند، شمائل و الفضائل، تاریخ و سیر اور ادب و کلام سب کو بیک وقت پیش نظر رکھتے ہوئے اسناد و حواشی سے آراستہ کر کے پیش کیا جائے۔ اگرچہ اس حیثیت سے خطبہ حجۃ الوداع کا تعارف مشہور مسلمان محقق و عالم ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم و مغفور ۱۹۵۰ء میں اور دوسرے علماء وفضلاء وقتاً فوقتاً پیش کرتے رہے۔ لیکن یہ کام ابھی باقی تھا۔ یہ سعادت ڈاکٹر نثار احمد کے حصے میں آئی کہ انھوں نے مسلسل پینتیس سال کی

ریاضت کے نتیجے میں اس خطبے کا مستند اور مکمل ترین متن تیار کیا اور عالمی انسانی منشور کی حیثیت سے اس کا تقابل میگنا کارٹا، منشورِ اعظم، انگلستان (۱۲۱۵ء)، فرانس کے اعلانِ حقوقِ انسانی وباشندگان (۱۷۸۹ء)، نوشتہ حقوق امریکہ (۱۷۹۱ء) اور اقوامِ متحدہ کے منشور حقوقِ انسانی (۱۹۴۸ء) کے ساتھ کر کے خطبہ حجۃ الوداع کی اولیت اور سبقت کو واضح کیا۔

مولانا محمود احمد برکاتی لکھتے ہیں:

"مکمل خطبہ جو تقریباً ۴۷ دفعات پر مشتمل ہے، صحیح البخاری میں اس کے صرف سات جملے ملتے ہیں، اسی طرح دوسری کتب حدیث وسیرت میں متفرق طور پر خطبے کے اجزاء ملتے ہیں، ڈاکٹر صاحب نے تمام مآخذ کا غائر مطالعہ فرما کر اس کا مکمل متن جمع وترتیب دیا ہے، ڈاکٹر صاحب نے تحقیق کا حق ادا کیا ہے اور مآخذ سے استفادہ کر کے مکمل حوالوں کے اہتمام کے ساتھ یہ مقالہ تحریر فرمایا ہے، میری نظر سے آج تک اس اہم خطبے کا اتنا مکمل اور مستند متن نہیں گزرا"۔[۱۹]

ڈاکٹر نثار احمد نے خطبے کا عالمی انسانی منشور کی حیثیت سے جو متن پیش کیا ہے اس کی ترتیب وتدوین میں ایک دیباچہ ہے اور ایک اختتامیہ (اس کے مندرجات بھی متن خطبہ سے ماخوذ ہیں) دیباچہ اور اور اختتامیہ کے درمیان مواد اور متن خطبہ اڑتالیس مرکزی دفعات پر مشتمل ہے، ذیلی دفعات اس کے علاوہ ہیں جو اکہتر ہیں اور کل سطریں ایک سوستاسی ہیں۔ اس تجزیے سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ خطبہ حجۃ الوداع ایک بڑی دستاویز ہے جس کی کل دفعات ۱۱۸ ہیں جو دنیا میں پائے جانے والے تمام نوشتہ ہائے حقوق انسانی سے زیادہ ہیں۔[۲۰]

اس گراں قدر تحقیقی مقالے پر ڈاکٹر نثار احمد کو پہلا صدارتی ایوارڈ دیا گیا۔ بقول ڈاکٹر عبدالجبار شاکر، یہ ان کی علمی زندگی کا حقیقی ثمر ہے، جس کی لذت، تازگی اور افادیت مستقلاً موجود رہے گی۔[۲۱]

4۔ دعوت نبوی ﷺ اور مخالفت قریش

"دعوت نبوی ﷺ اور مخالفت قریش" دراصل ڈاکٹر نثار احمد کے ان مقالات کا مجموعہ ہے جو ششماہی مجلہ "السیرۃ عالمی" (کراچی) کے متفرق شماروں (نمبر ۱۴، ۲۰۰۵ء تا شمارہ نمبر ۲۲، ۲۰۰۹ء) میں وقتاً فوقتاً پانچ سال تک شائع ہوتے رہے اور اہل علم کی توجہ فرمائی کا باعث بنتے رہے۔ البتہ کتابی صورت میں اشاعت سے قبل ان تمام مقالات پر نظر ثانی کر کے ایک مکمل آخری باب ششم کا تازہ اضافہ کیا گیا۔ کتاب کے ابواب درج ذیل ہیں:

ا۔مقدمات، ۲۔اسباب مخالفتِ قریش، ۳۔ توسیع دعوتِ نبوی ﷺ اور عداوتِ قریش کا ارتقا (قبل ہجرت)، ۴۔توسیع دعوتِ نبوی ﷺ اور عداوتِ قریش کا ارتقا (بعد ہجرت)، ۵۔ مخالفت و عداوتِ قریش کا اختتام، ۶۔دعوت نبوی کا اتمام واکمال۔

مذکورہ کتاب میں فاضل مولف نے سیرتِ طیبہ کے ایک اہم موضوع یعنی دعوت نبوی ﷺ اور مخالفت قریش کا مفصل مطالعہ پیش کیا ہے۔نیز دعوت نبوی ﷺ کے ارتقاءاور علمی، فکری و تاریخی، مختلف زاویوں سے مخالفت قریش کی نوعیت، اسباب، احوال اور تاریخ کا سیر حاصل جائزہ لیا ہے۔اور اس موضوع پر اب تک پائے جانے والی تشنگی کو دور کرنے کی ایک کامیاب سعی کی ہے۔کتاب کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ فاضل مولف نے سائنٹفک انداز میں دونقشوں کے ذریعے دعوتِ نبوی ﷺ کے ارتقاءاور عداوتِ قریش کو واضح کیا ہے۔

موضوع کی اہمیت کے حوالے سے ڈاکٹر نثار احمد لکھتے ہیں:

''تذکار رسالت مآب ﷺ اور سیرت نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے باب ''مخالفتِ قریش'' کا موضوع اس درجہ ناگزیر ہے اور اس حد تک مربوط و متعلق ہے کہ اسے زیر بحث لائے بغیر نہ حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کا بیان مکمل ہو سکتا ہے نہ آپ ﷺ کے مثالی کردار اور آپ ﷺ کے عظیم الشان کارناموں کا احاطہ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کے اعلیٰ مقام و مرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔اسی لیے حضرت مولانا شبلی رحمہ اللہ کی زندہ جاوید کتاب ''سیرت النبی ﷺ'' (۱۹۰۵ء) سے لے کر آج تک (جب کہ ۱۰۰ سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے) تصنیفات و تالیفاتِ سیرت میں اس موضوع سے ضرور تعرض کیا جاتا ہے۔یہ ایک حقیقت ہے کہ موضوع کی تمام تر وسعت و اہمیت کے باوجود مصنفین مؤلفین اور محققین کی اکثریت نے اس بارے میں زیادہ تر انصاف سے کام نہیں لیا ہے۔[۲۲] چنانچہ مخالفتِ قریش کے حوالے سے حضرات مصنفین یا تو اپنی بحث کو حیات نبوی ﷺ کے چند سالوں (بالخصوص واقعہ ہجرت نبوی ﷺ) تک محدود رکھتے ہیں یا بعض اوقات کچھ آگے بڑھ کر غزوات کی تفصیل میں قریش کے تعلقات کے بعض اہم پہلوؤں کو بھی زیر بحث لے آئے ہیں۔۔۔لیکن افسوس کہ مخالفت قریش کی ایسی مربوط تاریخ سامنے نہیں آئی جو مخالفت قریش کے دونوں ادوار عروج وزوال پر حاوی ہو اور جس کے پیش نظر مخالفت قریش کی نوعیت واہمیت، آغاز، اسباب، احوال، اثرات اور اس کے انجام کو سمجھا جاسکے۔[۲۳]

وہ مزید لکھتے ہیں کہ ''مخالفت قریش کے اولین ۱۳ سالہ مکی دور میں کئی مباحث ایسے ہیں جنھیں تحقیق و تمحیص کے باب میں جتنی اہمیت حاصل ہونی چاہیے تھی وہ میسر نہ آسکی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مختلف النوع موضوعات اگرچہ مدتوں سے قبول عام کا درجہ رکھتے ہیں اور کم از کم اردو سیرت نگاری میں گزشتہ صدی سے نقل در نقل کی صورت

میں برابر جلوہ گر ہو رہے ہیں لیکن انھیں نئی معلومات کی روشنی میں پھر سے نہیں جانچا گیا، نہ مآخذ تاریخ اسلامی کے تناظر میں تحقیق و تنقید کی کسوٹی پر پرکھا گیا، اور نہ ان میں پنہاں تضادات و تسامحات کو دور کیا گیا۔ مثلاً دعوت نبوی کا ابتدائی تین سالہ عہد یا عام خیال کے مطابق خفیہ تبلیغ کا زمانہ (جسے حالیہ برسوں میں ہی موضوع تحقیق بنایا گیا ہے اور جس کے نتیجے میں بہت سی گنجلک باتیں صاف ہو گئی ہیں) پیغام رسالت کی وسعتیں، دعوت حق کے اولین مخاطبین اور مخالفین، اشاعت اسلام کی رفتار، خاندان بنو ہاشم کا مقاطعہ یا محصوری، شعب ابی طالب کا محل وقوع، ہجرت حبشہ و مدینہ کے اصل محرکات وغیرہ وغیرہ''۔[۲۴]

''دعوتِ نبوی ﷺ'' اور ''مخالفت قریش'' کے مابین تلازم کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب رقم طراز ہیں:

دعوت نبوی ﷺ اور مخالفت قریش کی تاریخ الگ الگ نہیں ہے۔ اس لیے دونوں کا ظہور و وقوع ایک ہی زمانے کے ساتھ ہوا۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے وابستہ و پیوستہ ہیں۔ اس لیے دونوں (پہلوؤں) کو ایک دوسرے کے بغیر نہیں سمجھا سکتا۔ دونوں کا نشوونما ایک ہی سرزمین پر، ایک ہی قسم کے تمدنی، تاریخی اور طبعی احوال وظروف میں ہوا اور عمل ورد عمل کی حدت و شدت کو دونوں طرف یکساں طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔[۲۵]

ڈاکٹر نثار احمد مخالفتِ قریش کے حقیقی سبب کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: خاندان اور نظامِ معاشرت کی شکستگی، مخالفتِ قریش کا ایک ایسا حقیقی سبب ہے جو اگرچہ مصنفین، مورخین اور سیرت نگاروں کی توجہ حاصل نہ کر سکا۔ لیکن حقیقی اور عملی سبب یہی ہے کہ اسلام نے ان کی قومیت، ان کے معاشرے اور عام سماجی زندگی کو زک پہنچائی تھی جس سے عملاً ان کا ہر گھر متاثر ہوا۔ باپ بیٹے کا مخالف، چچا بھتیجے کا دشمن، ماموں بھانجے سے ناراض، بھائی بھائی سے نالاں، غلام آقا کا نافرمان، آقا لونڈی سے پریشان، پڑوسی پڑوسی سے متنفر اور زیر دست اپنے سردار سے بے قابو ہو گیا، اور یوں ان کا سب کچھ بکھر کر رہ گیا، ان کی روزمرہ کی زندگی تلخ ہو گئی، آپس میں پھوٹ پڑ گئی اور ان کی جمعیت منتشر ہو گئی۔[۲۶]

ڈاکٹر نثار احمد کے مطابق عداوت قریش اور دعوت نبوی ﷺ کی باہمی آویزش کی ۲۱ سالہ تاریخ میں، اصل معرکہ آرائی کا آغاز ۲ھ میں جنگ بدر سے ہوا اور اختتام اولاً 8ھ میں فتح مکہ پر اور ثانیاً غزوہ حنین پر شوال ۸ھ میں ہوا۔ گویا اس آویزش کے نقطہ ہائے آغاز وانتہا یہی دونوں غزوات بدر و حنین ہیں۔[۲۷]

اس مطالعے کے نتیجے میں کئی غلط فہمیاں بھی دور ہوتی نظر آتی ہیں۔ مثلاً:

- مخالفت قریش کا ایک سبب عیسائیت سے قریش کی نفرت[۲۸]
- بنو ہاشم کی خاندانی رقابت[۲۹]

- ❖ اسلام کے اولین پیرو، اور دعوت ہادی اعظم ﷺ پر لبیک کہنے والے نہ صرف یہ کہ قلیل ترین بلکہ زیادہ تر غریب، مفلس ونادار، کمزور، حقیر، بے سہارا اور ضعفاء تھے۔ (۳۰)
- ❖ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ٦ نبوی میں مشرف بہ اسلام ہونا۔ (۳۱)

اپنے موضوع پر کفایت کرنے والی اس کتاب کو کئی امتیازات حاصل ہیں۔ مثلاً:

- ❖ عداوت قریش کے باب میں مخالفین کی بڑی حد تک ایک جامع فہرست۔ (۳۲)
- ❖ دعوت نبوی ﷺ اور مخالفت قریش کی ارتقائی صورت حال کا جو مفصل مطالعہ پیش کیا گیا اسے معروف حسابی طریقوں کے مطابق دو خاکوں (Graphs) کی صورت میں پیش کرنا۔ (۳۳)
- ❖ رسول اللہ ﷺ اور قریش کے مابین (۸ سالہ) تعلقات کی فروغ سازی میں نمایاں کردار ادا کرنے والے مواقع کی بیک وقت نشان دہی کرنے والا ایک جدول۔ (۳۴)

خلاصہ کلام

جدید علمی تقاضوں کی روشنی میں اسناد، حوالوں، حواشی اور نقشہ جات وغیرہ سے مزین خاص سیرتِ طیبہ کے موضوع پر ڈاکٹر نثار احمد کی مستقل تصنیفات و تالیفات کے علاوہ علمی و تحقیقی مضامین و مقالات پاک و ہند کے اہم ترین مجلات کی زینت بنتے رہے ہیں۔ ڈاکٹر نثار احمد نے سیرت طیبہ کے جن عناوین کو موضوعِ تحقیق بنایا ہے۔ وہ اگرچہ مدتوں سے قبول عام کا درجہ رکھتے ہیں اور کم از کم اردو سیرت نگاری میں گزشتہ صدی سے نقل در نقل جلوہ گر ہو رہے ہیں لیکن انھیں نئی معلومات کی روشنی میں از سرِ نو نہیں جانچا گیا، نہ مآخذ تاریخ اسلامی کے تناظر میں تحقیق و تنقید کی کسوٹی پر پرکھا گیا، اور نہ ان میں پنہاں تضادات و تسامحات کو دور کیا گیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے ان پر مفصل مطالعہ پیش کیا ہے اور اب تک پائی جانے والی تشنگی کو دور کرنے کی ایک کامیاب سعی کی ہے۔ اس پر مستزاد مطالعات کے نتائج کو معروف حسابی طریقوں کے مطابق خاکوں (Graphs) کی صورت میں پیش کرنا ہے۔ جسے جدید ذہن کے لیے مطالعے کے نئے زاویے اور تفہیم سیرت کی نئی جہت متعارف کرانے کی ایک عمدہ کوشش قرار دیا جاسکتا ہے۔

ضمیمہ الف: سیرت سے متعلق ڈاکٹر نثار احمد کے منتخب تحقیقی مقالات / مضامین

۱۔　۱۹٦۵ء۔ اسلام کا مفہوم از روئے لغت قرآن وحدیث۔ ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور۔ مارچ ۱۹٦۵ء

۲۔　۱۹٦۸ء۔ دار الندوہ (مکہ مکرمہ)۔ ماہنامہ دیوبند، سہارنپور، بھارت

۳۔ ۱۹۶۸ء۔ ساوتھ ایشین مسلم ریسپانس ٹو اورینٹل اسٹڈیز آف سیرہ۔ (انٹرنیشنل سیمینار)

۴۔ ۱۹۶۹ء۔ قرآن اور اصحاب رسول۔ سیارہ ڈائجسٹ (قرآن نمبر) لاہور۔ نومبر

۵۔ ۱۹۸۱ء۔ ظہور قدسی۔ ماہنامہ انجمن۔ کراچی۔ جون

۶۔ ۱۹۷۰ء۔ شعب ابی طالب (مکہ مکرمہ)۔ ماہنامہ دی وائس آف اسلام، کراچی (سیرت اسپیشل)

۷۔ ۱۹۷۳ء۔ اسباب ومحرکات ہجرت مدینہ: قرآن کی نظر میں۔ ماہنامہ دی وائس آف اسلام، کراچی (سیرت اسپیشل)

۸۔ ۱۹۸۵ء۔ مستشرقین اور مطالعہ سیرت۔ نقوش (رسول نمبر)۔ لاہور

۹۔ ۱۹۸۵ء۔ تاریخ ارض القرآن (مصنفہ سید سلیمان ندوی) پر ایک نظر۔ اورنگ سلمان (یادگاری مجلّہ)

۱۰۔ ۱۹۸۶ء۔ دعائے ابراہیمی کا تاریخی منظر و پس منظر۔ وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان۔ اسلام آباد

۱۱۔ ۱۹۸۹ء۔ اسمائے رسول۔ ماہنامہ ضیائے حرم۔ لاہور۔ ستمبر، اکتوبر

۱۲۔ ۱۹۸۹ء۔ پیغمبر اسلام بحیثیت داعی امن و اخوت (صدارتی انعام یافتہ) وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان۔ اسلام آباد

۱۳۔ ۱۹۹۱ء۔ اسلامی نظام محاصل کے بنیادی مباحث۔ ماہنامہ آگہی، کراچی۔ شمارہ فروری

۱۴۔ ۱۹۹۱ء۔ اندلس میں سیرت نگاری کا ارتقاء۔ سہ ماہی فکر و نظر اسلام آباد (اندلس نمبر)

۱۵۔ ۱۹۹۲ء۔ نبوت ورسالت کا بیان ازروئے بائبل، حدیث اور قرآن۔ ماہنامہ آگہی، کراچی۔ دسمبر

۱۶۔ ۲۰۰۴ء۔ جاہلیت (لغوی معنی قرآنی اصطلاحی مفہوم تعریف اطلاقات) ششماہی السیرۃ العالمی۔ کراچی

۱۷۔ ۲۰۰۵ء۔ رسالت محمدی کی سوغات: اسلام۔ ششماہی السیرۃ العالمی۔ کراچی

مراجع وحواشی

(۱) بعد ازاں حافظ محمد صدیق اسلامیہ انٹر کالج

(۲) نثار احمد، ڈاکٹر، الایام۔ تعارف تاریخ احوال شعبہ تاریخِ اسلامی (۱۹۵۳ء۔۱۹۹۳ء)، ۱۹۹۳ء، ص ۷۰

(۳) ایضاً، ص ۷۱

(۴) ایضاً، ص ۷۲

(۵) ایضاً، ص ۷۱

(۶) نثار احمد، ڈاکٹر، الایام، ص ۷۱

(۷) ڈاکٹر امیر حسن صدیقی (۱۵/اگست ۱۹۰۱ء۔۱۶/اکتوبر ۱۹۷۱ء) کا تعلق بدایوں کے مردم خیز خطے سے تھا۔ بی اے، ایل۔ ایل۔ بی۔ کی ڈگریاں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے حاصل کیں۔ ۱۹۲۸ء میں مزید تعلیم کے لیے انگلستان گئے اور وہاں لندن سے بی اے آنرز کیا اور ۱۹۳۳ء میں پی ایچ ڈی کا مقالہ بعنوان Caliphate and Kingship in Medieval Persia مشہور مستشرق پروفیسر ایچ۔ آر۔ گب کی زیر نگرانی مکمل کیا۔

(۸) نثار احمد، ڈاکٹر، عہد نبوی میں ریاست کا نشوو ارتقا، ۲۰۰۸ء، لاہور: نشریات، ص ۲۲

(۹) ایضاً، ص ۲۳

(۱۰) ایضاً، ص ۱۰۴

(۱۱) ایضاً، ص ۱۵

(۱۲) نثار احمد، ڈاکٹر، نقشِ سیرت، ۱۹۶۸ء، کراچی: ادارہ نقش تحریر، ص ۱۱

(۱۳) ایضاً، ص ۱۴

(۱۴) نثار احمد، خطبہ حجۃ الوداع، ۲۰۰۸ء، لاہور: بیت الحکمت، ص ۸

(۱۵) ایضاً، ص ۱۴

(۱۶) ایضاً، ص ۳۹

(۱۷) ایضاً، ص ۲۲۔۳۸

(۱۸) یہ مقالہ قبل ازیں ششماہی مجلہ "السیرۃ عالمی" (کراچی) کے تین شماروں (شمارہ ۹، مئی ۲۰۰۳۔ شمارہ ۱۰، اکتوبر ۲۰۰۳ء۔ شمارہ ۱۱، اپریل ۲۰۰۴ء) میں شائع ہوا۔

(۱۹) نثار احمد، ڈاکٹر، خطبہ حجۃ الوداع، ص ۱۰

(۲۰) ایضاً، ص ۲۱۶

(۲۱) نثار احمد، ڈاکٹر، عہد نبوی میں ریاست کا نشوو ارتقا، ص ۱۷

(۲۲) اس اجمال کی تفصیل کے لیے دیکھیے: نثار احمد، ڈاکٹر، دعوتِ نبوی اور مخالفت قریش، ص ۱۲۔۱۳

(۲۳) نثار احمد، ڈاکٹر، دعوتِ نبوی اور مخالفت قریش، ص ۱۱

(۲۴) ایضاً، ص ۱۱

(۲۵) ایضاً، ص ۱۸

(۲۶) ایضاً، ص ۱۱۳

(۲۷) غزوہ بدر و حنین کی اہمیت اور احوال و نتائج میں جو گہری مماثلت پائی جاتی ہے اس کے لیے دیکھیے: دعوتِ نبوی اور مخالفتِ قریش، محولا بالا، ص ۳۸۱۔۳۸۳

(۲۸) ایضاً، دعوتِ نبوی اور مخالفت قریش، ص ۱۲۴۔۱۳۰

(۲۹) ایضاً، ص ۱۱۸۔۱۲۲

(۳۰) ایضاً، ص ۲۳۔۲۵، نیز ص ۵۹۔۶۱

(۳۱) ایضاً، ص ۷۰۔۷۱

(۳۲) ایضاً، ص ۳۲۔۳۴

(۳۳) ایضاً، ص ۳۳۸

(۳۴) ایضاً، ص ۲۲۸۔۲۳۴